علامہ ابن تیمیہ کے فقہی مناہج پر ایک نظر

ڈاکٹر ظفر الاسلام شعبۂ اسلامک اسٹڈیز مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اسلام کے مفکرین اور مصلحین میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ (۶۶۱-۷۲۸ء) کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان کا شمار بجا طور پر ان ممتاز علماء و دانشوروں میں ہے، جن کے افکار و خیالات نے پوری مسلم دنیا بالخصوص اہل دانش و بینش پر گہرے اثرات مرتب کیے اور جن کی تالیفات و تصنیفات نے علمی دنیا میں تحقیق و جستجو کی نئی راہیں ہموار کیں۔ علامہ کی شخصیت انتہائی جامع و ہمہ گیر تھی اور ان کی علمی خدمات، فکری دینی اور مصلحانہ مساعی زندگی کی گوناگوں جہات میں جاری ہوئیں۔ تفسیر و حدیث، فقہ و علم کلام، سماجیات و سیاسیات یہ تمام علوم ان کے مباحث کا موضوع بنے اور اس سے اہم یہ کہ انھوں نے ہر ایک میدان میں سوچنے و سمجھنے اور غور و فکر کرنے کا ایک نیا رُخ دیا۔ اُن کے تمام مباحث میں خواہ وہ علم کی کسی شاخ سے متعلق ہوں اگر کوئی بنیادی نکتہ یا مرکزی خیال ملتا ہے تو وہ قرآن و سنت سے رہنمائی کی طلب اور سلف صالحین کے طریقہ کی اتباع ہے۔ اسی بنیادی فکر کی روشنی میں انھوں نے مختلف علوم و فنون بالخصوص اسلام کے اساسی علوم (تفسیر و حدیث و فقہ) کی توسیع و ترقی کے اصول متعین کیے اور ساتھ ہی ساتھ قرآن و سنت کی رہنمائی میں علوم اسلامیہ کی تطہیر کی کوشش کی۔ فقہ اسلامی کی تجدید و ترقی کے لیے

---

[1] یہ مضمون شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر جامعہ سلفیہ بنارس کے زیر اہتمام منعقدہ سمینار (۲۲ر ۲۶ر نومبر ۱۹۸۷ء) میں پیش کیا گیا تھا کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ یہاں دیا جا رہا ہے۔

انھوں نے جو فکری و عملی بنیادیں فراہم کیں، وہ اس کوشش کا ایک حصّہ تھا۔

علامہ ابن تیمیہ کے یہاں فقہ اسلامی کی توسیع و ترقی کے جو اصول و مناہج ملتے ہیں ان میں اجتہادی فکر کی آبیاری، دلیل و حجت کی پابندی، مسلکی وسعت پسندی اور فقہی موشگافیوں کے ذریعہ حیلہ جوئی و حیلہ تراشی کا سدباب خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ابن تیمیہ کے خیال میں فقہ اسلامی کے ارتقاء میں جو چیز سب سے زیادہ موثر ثابت ہوئی ہے اور ہوسکتی ہے وہ اجتہادی فکر ہے۔ اسی لیے انھوں نے اپنی نگارشات میں مختلف انداز میں اسے زندہ کرنے اور پروان چڑھانے پر زور دیا اور یہ حقیقت ذہن نشین کرائی کہ مسلکی شدت پسندی اور تقلید شخصی کی تنگنائیوں سے نکل کر اجتہاد کی شاہراہ پر چل کر ہی فقہ اسلامی کو ترقی سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔ ان کے خیال میں اس کے لیے ضروری ہے کہ مسائل کے استنباط میں براہ راست کتاب و سنت سے رجوع کیا جائے اور آثار صحابہ و تابعین سے استفادہ کیا جائے۔ علامہ ابن تیمیہ نے یہ آواز اس وقت بلند کی یا اس کی جانب علماء و فقہاء کی توجہ اس دور میں مبذول کرائی جب فقہ کے میدان میں تقلید شخصی کا عام رواج تھا اور مسلکی عصبیت کا یہ عالم تھا کہ ہر فقیہہ و مفتی اپنے امام کے مسلک یا اس کے نقطۂ نظر پر عمل آوری اپنے لیے لازم تصور کرتا تھا اور کسی بھی صورت میں اس کی خلاف ورزی گوارا نہیں کرتا تھا۔ اسی وجہ سے فقہاء کے یہاں عام دستور یہ تھا کہ پیش آمدہ مسائل کے استنباط میں براہ راست نصوص شرعیہ سے استدلال کرنے کے بجائے وہ فقہی کتابوں کو بنیاد بناتے تھے یا محض اپنے بعض فقہاء کی رائیں نقل کرنے پر اکتفا کرتے تھے۔ اس کے برخلاف ابن تیمیہ نے استنباط مسائل کا جو طریقہ اختیار کیا اور رائج کیا وہ یہ تھا کہ پیش آمدہ مسئلہ میں شرعی نقطۂ نظر معلوم کرنے کے لیے وہ پہلے کتاب اللہ و سنت رسول میں غور کرتے اور پھر متعلقہ مسئلہ کی بابت صحابہ و تابعین کے آثار (اگر دستیاب

ہوتے) نقل کرتے اور آخر میں اس ضمن میں ائمہ فقہ کی رایوں کو بھی پیش کرتے کسی مسئلہ میں کتاب وسنت سے صراحت نہ ملنے کی صورت میں اگر صحابہ وتابعین کے آثار واقوال یا فقہا کی آراء میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کا سوال آتا تو وہ لازمی طور پر اسی رائے کو قبول کرتے جو ان کی نظر میں قرآن و حدیث سے زیادہ قریب معلوم ہوتی خواہ وہ ان کے فقہی اسکول کے مسلک کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ نئے مسائل میں اظہار خیال کرتے وقت بھی وہ اسی طرز استدلال کو اختیار کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس زمانہ کے فقہاء کے یہاں مسائل کی تشریح وتوضیح یا تفریع میں قرآن وسنت کا حوالہ نہیں ملتا۔ یقیناً نصوص شرعیہ سے استشہاد ان کے یہاں بھی پایا جاتا ہے لیکن ضمناً یا بالواسطہ وہ براہ راست ان نصوص سے استفادہ کرنے کے بجائے اپنے امام یا اپنے مسلک کے دیگر فقہاء مجتہدین کے مباحث اور دلائل پیش کرتے تھے اور ان میں نصوص کی نقل پر اکتفا کرتے تھے جو ان ائمہ کی کتابوں میں مذکور ہوتے تھے جبکہ ابن تیمیہ نے فقہی مسائل پر قرآن وسنت کی روشنی میں نئے سرے سے غور کرنے کی دعوت دی اور خود بھی اس کی عملی مثالیں پیش کیں علامہ ابن تیمیہ کے فقہی منہاج میں نصوص شرعیہ کو جو اولیت واہمیت حاصل تھی اس کا مزید ثبوت ان کے اس موقف سے ملتا ہے کہ اگر کوئی فقیہہ یا عالم کسی معاملہ میں اپنی فقہی بصیرت کی وجہ سے اپنے امام کے مسلک کے برخلاف کسی دوسرے امام کی رائے کو معمول بہ سمجھتا ہے اور اسے اختیار کرتا ہے اور ایسا نص سے کسی دلیل کے فراہم ہو جانے کی وجہ سے ہو تو گویا وہ اپنے ہی امام کے منشاء کو پورا کر رہا ہے اس لیے کہ ائمہ فقہ میں سے ہر ایک کا یہی قول تھا کہ جب کسی مسئلہ میں نصوص سے کوئی وضاحت مل جائے تو اس کے قول کو اگر وہ نص سے معارض ہو ترک کر دیا جائے[۲] یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ فقہ اور دوسرے معاملات میں اشخاص ورجال کی پیروی

اپنے اوپر لازم نہیں کرتے تھے بلکہ قرآن وسنت اور آثار صحابہ کو اپنا مقتدیٰ تسلیم کرتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی تعلیم و تربیت حنبلی خاندان میں ہوئی تھی اور وہ مسلکاً حنبلی فقہ کے پیرو تھے لیکن دوسرے مذاہب پر اسے ترجیح دینے کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اسے نص سے قریب تر سمجھتے تھے جیسا کہ انھوں نے مجموعہ فتاویٰ میں اس کی وضاحت کی ہے[۲۴]

علامہ ابن تیمیہ کا دوسرا فقہی منہج جس کی وجہ سے فقہ اسلامی کو نئی آب و تاب ملی اور اس کی بنیادیں مضبوط ہوئیں وہ دلیل و حجت کا التزام تھا۔ ان کے فقہی مباحث کو موٹے طور پر تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جس میں وہ حنبلی مسلک کی مکمل اتباع کرتے ہیں۔ دوسرا وہ حصہ جس میں وہ دیگر مذاہب میں سے کسی ایک امام یا فقیہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ تیسرا وہ حصہ جس میں ان کی اپنی منفرد رائے ہوتی ہے۔ ان تمام مباحث میں اگر کوئی چیز مشترک نظر آتی ہے تو وہ دلیل و حجت کی پابندی ہے وہ بغیر دلیل کے نہ تو کسی سے اتفاق کرتے ہیں اور نہ اختلاف۔ انھوں نے جملہ فقہی مذاہب کی تفصیلات کا بغور مطالعہ کیا تھا اور ان سب کے طریق استنباط طرز استدلال اور امتیازی خصوصیات پر گہری نظر ڈالی تھی یہی وجہ ہے کہ وہ مختلف مسائل میں ان مذاہب کے جداگانہ نقطۂ نظر اور ان کے دلائل کی نوعیت سے اچھی طرح واقف تھے اور اس طرح اختلاف کی صورت میں راجح و مرجوح کے امتیاز میں انھیں کوئی دشواری نہیں ہوتی تھی۔ کسی بھی مسئلہ میں کسی موقف کے ترک و اختیار میں دلیل و حجت کی پابندی کو وہ اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ حنبلی فقہاء کے نقطۂ نظر کو بھی بغیر دلیل کے قبول نہیں کرتے تھے جن مسائل میں انھوں نے حنبلی مسلک سے اختلاف کیا ہے اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو حقیقت واضح ہو گی کہ وہ ان مسائل میں حنبلی فقہاء کے دلائل سے مطمئن نہ ہو سکے اس لیے

اپنے آپ کو ان سے ہم آہنگ نہ کرسکے۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ابن تیمیہ شخصی تقلید کے مخالف ہوتے ہوئے ہر اس شخص کی اتباع کے لیے تیار رہتے تھے جس نے اپنی رائے کی تائید میں قوی تر دلیل پیش کی ہو کیونکہ اس ضمن میں وہ حنبلی و غیر حنبلی فقہاء میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ درحقیقت وہ فقہ کے میدان میں رجال کی پیروی سے زیادہ دلائل کی نوعیت پر نظر رکھتے تھے اور اسی اعتبار سے اپنا موقف اختیار کرتے تھے۔ مسائل کے استنباط میں انھوں نے اپنے اوپر جو کچھ پابندی عاید کی تھی وہ دلیل کی تھی ان کے پیش نظر ہمیشہ یہ اصول رہا کہ اس کا سر رشتہ نہ چھوٹنے پائے۔ ابن تیمیہ کے اس منہج کو اختیار کرنے سے نہ صرف فقہ اسلامی کی بنیادیں مزید مستحکم ہوتی ہیں بلکہ اس سے وسعت نظر بھی پیدا ہوتی ہے۔

ابن تیمیہ کے فقہی اصول و مناہج کا تیسرا اہم پہلو توسیع پسندی اور تعصب و تنگ نظری سے دوری ہے۔ انھوں نے مسلکی شدت پسندی کے خلاف سخت جدوجہد کی اور مختلف پیرایہ میں اس نکتہ پر زور دیا کہ تمام ائمہ فقہ قابل عزت و احترام ہیں اور ان میں سے کسی کی تنقیص یا مخالفت صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے فقہاء کے اس عام انداز فکر پر بھی ضرب کاری لگائی کہ حق یا صواب صرف انھیں کے مسلک کے ساتھ مخصوص ہے۔ فقہ حنبلی سے منسلک ہونے کے باوجود انھوں نے دوسرے مذاہب فقہ کے دروازے اپنے اوپر بند نہیں کیے۔ ان تمام کے فقہی لٹریچر کا نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ ان سے فائدہ بھی اٹھایا۔ اس میں شبہ کہ انھوں نے بیشتر مسائل میں غیر حنبلی فقہاء سے اختلاف کیا ہے لیکن ان میں سے کسی کو ہدف ملامت و تنقید نہیں بنایا۔ ان کی وسیع المشربی کا یہ عالم تھا کہ وہ ائمہ فقہ میں سے ہر ایک کو حق کا متلاشی اور فقہی میدان کا مجاہد تصور کرتے تھے اور ان کی فروگذاشتوں و لغزشوں کو علم و قصد پر محمول کرنے کے بجائے مجتہدانہ عمل سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ یقیناً مذہب حنبلی کو

دوسرے مذاہب پر ترجیح دیتے تھے لیکن ایسا کسی مسلکی تعصب کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ اس رائے کی بنا پر کہ حنبلی مسلک میں نص سے زیادہ قربت اور سلف صالحین کے طریقہ سے زیادہ مناسبت معلوم ہوتی ہے[۵] ان کی وسیع النظری اور متعصبانہ طرز عمل کی مخالفت اس سے بھی بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے خود ان ائمہ فقہ کی جانب سے دفاع کیا جو مسائل کے استنباط میں حدیث سے بے توجہی کے لیے مورد الزام ٹھہرائے جارہے تھے۔ انھوں نے ان ائمہ فقہ کے اقوال کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ان میں سے ہر ایک نے نص کے تقابل اپنے قول کو ترک کردینے کی تلقین کی[۷] انھوں نے اس ضمن میں یہ مزید وضاحت کی کہ اگر کسی امام کا قول حدیث سے معارض معلوم ہو تو اس کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں یا تو اس امام کو متعلقہ حدیث کا علم نہ تھا یا اس کی صحت پر یقین نہ تھا یا علم کے باوجود اس نے اپنے فتویٰ پر اس حدیث کو منطبق نہ سمجھا ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ہوچکی ہو[۸] خاص طور سے انہی نکات کی وضاحت اور ائمہ فقہ کی جانب سے مدافعت کے لیے ابن تیمیہ نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا جو "رفع الملام عن الائمۃ الاعلام" کے نام سے معروف ہوا۔ اہم بات یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے ان خیالات و نگارشات کو اس زمانہ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جب مختلف فقہی مذاہب کے ترجمان اپنے اپنے مسلک کے احاطہ میں محدود و مقید تھے اور دیگر مذاہب فقہ سے استفادہ اور ان کے نقطہ نظر کی ترجمانی کی جانب وہ کم توجہ دیتے تھے۔ ابن تیمیہ کا یہ منہج یقینی طور پر فقہ کے میدان میں وسعت نظر اور کشادہ قلبی پیدا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوا اور ساتھ ہی ساتھ اس طرز فکر سے مختلف مذاہب فقہ کے تقابلی مطالعہ کو فروغ ملا۔ بلاشبہ آج بھی مسلکی شدت پسندی کے اس دور میں اس طرزِ فکر کو اپنا کر فقہی تعصب و تنگ نظری کی فضا کو دور کیا جاسکتا ہے اور

مختلف فیہ مسائل میں اختلاف کی شدت کو کم کیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے فقہی اصولوں میں وسعتِ نظر اور مسلکی رواداری کو جو اہمیت و قعت حاصل تھی اس کی مزید وضاحت اس سے ہوتی ہے کہ وہ استنباطِ مسائل کی صلاحیت رکھنے والوں کے لیے یہ ضروری تصور کرتے تھے کہ جب کسی مسئلہ میں کوئی ایسی رائے ان کے سامنے آئے جو نصوص سے زیادہ قریب معلوم ہو تو وہ اپنی سابق رائے میں تبدیلی پیدا کر لیں خواہ یہ تبدیلی ان کے اپنے امام کے موقف کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ابن تیمیہ کے خیال میں قوی شہادت کی روشنی میں رائے یا موقف کی تبدیلی تذبذب یا غیر استقلالیت کی علامت نہیں بلکہ علم و یقین کی راہ میں سرگرداں رہنے کا ایک مظہر ہے[8]۔ انھوں نے اپنے اس خیال کی تائید میں قولِ رسول ؐ کی اہمیت و عظمت کو واضح کیا اور فقیہانِ امت کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ قولِ رسول ؐ کے بالمقابل کسی بھی امام یا فقیہ کے قول کو ترک کیا جا سکتا ہے[9]۔ ابن تیمیہ نے نہ صرف یہ کہ اس احوال کی تبلیغ کی بلکہ اسے عملی طور پر بھی برتا۔ حنبلی مسلک کے پیرو ہونے کے باوجود انھوں نے ہمیشہ و ہر حال میں اپنے آپ کو امام احمد بن حنبل کا پابند نہیں گردانا بلکہ بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا اور اس اختلاف کی بنیاد یہی تھی کہ وہ ان مسائل میں دوسرے کسی امام کے قول یا اپنی منفرد رائے کو نص سے زیادہ قریب سمجھتے تھے۔ لیکن اس کا مطلب نہیں کہ ابن تیمیہ کے نزدیک ہر کس و ناکس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایک مسلک کی تقلید چھوڑ کر مختلف مسائل میں مختلف مذاہبِ فقہ کے نقطۂ نظر اختیار کرتا رہے۔ وہ فقہی مسائل میں موقف یا مسلک کی تبدیلی صرف انھیں لوگوں کے لیے روا تصور کرتے تھے جو استنباطِ مسائل کی صلاحیت رکھتے ہوں، مختلف اقوال میں موازنہ کر سکتے ہوں اور راجح و مرجوح میں امتیاز کے اہل ہوں۔ وہ اس طرزِ عمل کے سخت مخالف تھے کہ محض سہل پسندی کے نقطۂ نظر سے یا ذاتی فائدہ کی خاطر

ایک مسلک کو چھوڑ کر دوسرا اختیار کیا جائے۔ مثلاً کوئی حق شفعہ کے حصول کے لیے امام ابوحنیفہ رض کے مسلک پر عمل پیرا ہو لیکن جب خود اس کا پڑوسی اس سے حق شفعہ کا طالب ہو تو وہ کہے کہ یہ نص سے ثابت نہیں ہے[1] ابن تیمیہ کی نظر میں فقہی مسلک کی وہ تبدیلی انتہائی مذموم وسخت ناپسندیدہ ہے جو شریعت کو کھیل بنا دینے کے مترادف ہو یا جس سے شرعی حدود وقیود کی عدم اہمیت ظاہر ہو۔

جہاں تک فقہ اسلامی کی تطہیر وتنقیح کا تعلق ہے ابن تیمیہ نے اس ضمن میں تشریع اسلامی کی غرض وغایت سمجھنے پر زور دیا اور یہ حقیقت بے نقاب کی کہ علم فقہ سے مقصود محض ضابطہ بندی یا قانونی خانہ پری کی سہولت بہم پہونچانا نہیں بلکہ شریعت مطہرہ کے اصل منشا کی سمجھ پیدا کرنا اور اس کی تکمیل کے لیے قانونی رہنمائی فراہم کرنا ہے اسی لیے انھوں نے ان حیلوں کے خاتمہ کے لیے زبردست جدوجہد کی جن سے مقصود شریعت کی پابندیوں سے بچنا اور اس کی مقرر کردہ حدود وقیود سے پہلوتہی کرنا تھا تاکہ کوئی آسانی یا فائدہ حاصل ہو سکے۔ ابن تیمیہ نے ان فقہی حیلوں کو شریعت کے منشا کے خلاف قرار دیا اور یہ واضح کیا کہ شریعت کے احکام اور اس کے اوامر ونواہی سے مطلوب ایک ایسی زندگی کی تعمیر ہے جو قرآن وسنت کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہو اور ایک ایسے معاشرہ کو پروان چڑھانا ہے جہاں حق وعدل کا بول وبالا ہو۔ لیکن اگر فقہی موشگافیوں کے ذریعہ ایسی تدبیریں یا صورتیں ایجاد میں لائی جائیں جن کی وجہ سے کسی شرعی حکم کی تعمیل سے بچا جا سکے یا جو شریعت کی کسی پابندی کو توڑ کر منہی عنہ تک پہونچانے والی ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ اس سے شرعی حکم کا تقدس بھی مجروح ہوا اور وہ منشا بھی پورا نہیں ہوا جو اس حکم شریعت میں مضمر تھا۔ مثال کے طور پر حکم زکوٰۃ سے مقصود محض کسی ظاہری رسم کی ادائیگی نہیں بلکہ نادار وفقراء، مساکین وبے سہارا لوگوں کی اعانت وحاجت روائی ہے اگر کوئی شخص

محض اپنے اوپر سے اس حکم کو ساقط کرنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کرے کہ سال کے اختتام یا حولان حول سے پہلے اپنے مال کو کسی کے نام ہبہ کر دیا کرے تو ایسی صورت میں حکم زکوٰۃ کی تشریع کا مقصد کہاں پورا ہوا۔ علامہ ابن تیمیہ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے فقہی مباحث کے ذریعہ حیلہ سازی کی اس ذہنیت پر ضرب کاری لگائی ہے۔ اسی موضوع سے متعلق انھوں نے "اقامۃ الدلیل علی ابطال التحلیل" کے نام سے ایک رسالہ بھی تحریر کیا جو ان کے مجموعہ فتاویٰ کی چوتھی جلد کا ایک حصہ ہے۔ اگرچہ اس رسالہ سے اصل مقصود اس حیلہ کا بطلان ہے جو طلاق ثلاثہ کے بعد مطلقہ کو دوبارہ عقد زوجیت میں لانے کے لیے اختیار کیا جاتا تھا لیکن انھوں نے اسی کے ذریعہ دوسرے بہت سے حیلوں کے تئیں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی جو اس وقت متعدد فقہی کتابوں کا حصہ بن چکے تھے اور عوام میں رائج تھے۔ ابن تیمیہ نے ان تمام فقہی حیلوں کو اس دلیل کے تحت بھی رد کیا ہے کہ اسلام نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کے ذرائع کو بھی ممنوع گردانا ہے تاکہ حرکات کا سد باب ہو سکے اس ضمن میں انھوں نے اس حقیقت کی جانب لوگوں کی توجہ مبذول کرائی ہے کہ اسلام میں مقصد کی بلندی و بہتری اور اس کے ذرائع حصول کی پاکیزگی دونوں ہی مطلوب ہے اس لیے اگر کسی فعل کا مقصد حرام چیز کا حصول ہو تو اس کے لیے ظاہری صورت خواہ کیسی ہی اختیار کی جائے اس پر فیصلہ نیت ہی کے اعتبار سے ہوگا۔[11]

ان نکات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ نے دیگر علوم کے ساتھ فقہ کی تطہیر کے اصول بھی واضح کیے اور اس علم کو اس نہج پر ترقی دینے کی کوشش کی کہ یہ شریعت اسلامی کی حقیقی غرض و غایت کی تکمیل میں ممد و معاون ثابت ہو سکے اور قرآن و سنت کے مقتضیات کا ترجمان بن سکے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس انداز فکر کی روشنی میں فقہ کے قدیم مآخذ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر فقہ اسلامی کے میدان میں

کوئی اصلاحی یا تجدیدی کوشش بار آور نہیں ہو سکتی۔

علامہ ابن تیمیہ کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ فقہ اسلامی کی تجدید و ترقی کے لیے انھوں نے نہ صرف اصول و مناہج کی وضاحت کی بلکہ اپنے فتووں اور فقہی تالیفات کے ذریعہ انھیں عملی صورت میں بھی پیش کیا اور علمی انداز میں انسانی زندگی کے گوناگوں مسائل پر فقہی نقطۂ نظر سے اظہار خیال کیا۔ فتاویٰ کی مبسوط جلدوں اور مختلف رسائل میں جن مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے ان میں عقاید و عبادات کے علاوہ معاشرتی و معاشی زندگی کے بہت سے پہلو شامل ہیں۔ ان کے مطالعہ سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ ابن تیمیہ نے فقہ اسلامی کو معاشرتی و سماجی زندگی سے مربوط کرنے کی کوشش کی اور عصری مسائل کی فقہی تشریح و توضیح میں مجتہدانہ بصیرت سے کام لیا۔[۲]

آخر میں یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ ابن تیمیہ کے فقہی اصول و مناہج کی اہمیت و معنویت آج بھی اپنی جگہ پر قایم ہے۔ ان کی روشنی میں نہ صرف معاشرت و معیشت سے متعلق بہت سے عصری مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے بلکہ ان کی مدد سے عہد حاضر میں فقہ اسلامی کو جمود کی راہ سے ہٹا کر مجتہدانہ فکر کا عکاس بنایا جا سکتا ہے۔ آج مسلم معاشرہ کو متعدد ایسے مسائل درپیش ہیں جن کے بارے میں عوام علماء وقت کی اجتہادی کوششوں اور اجتماعی رایوں کے طالب ہیں۔ ظاہر ہے کہ عوام کی یہ طلب اجتہادی فکر کو زندہ کیے بغیر پوری نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح فقہی مسائل میں مختلف مکتبہ ہائے فکر کے اختلافات کی شدت میں تخفیف لانا بھی وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس کے لیے بھی ابن تیمیہ کے مذکورہ اصول بہترین مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ میری اپنی ناقص رائے میں فقہ اسلامی کے میدان میں اجتہادی کوششوں کا سلسلہ کسی بھی دور میں منقطع نہیں ہوا۔ یہ اور بات ہے کہ

ان کوششوں کا دائرہ اور ان کا نہج ہمیشہ یکساں نہیں رہا بلکہ حالات کے تقاضے فقہا کی استعداد اور علمی سرگرمیوں کے اعتبار سے ان میں اختلاف ہوتا رہا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ نئے مسائل کے حل کے لیے آج بھی کسی نہ کسی حد تک انفرادی کوششیں جاری ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عام دلچسپی کے مسائل اور اجتماعی معاملات کے لیے یہ کوششیں بہت زیادہ کارآمد ثابت نہیں ہوئی ہیں اور نہ ہی عوام کو پوری طرح مطمئن کر پا رہی ہیں۔ اس لیے ان انفرادی کوششوں کو مزید موثر بنانے اور ان میں یگانگت و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے علماء امت کی اجتماعی توجہ اور مشترکہ مساعی درکار ہیں۔ ان کے لیے ابن تیمیہ کے ذہنی مناہج بلاشبہ رہنما اصول کا کام انجام دے سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام کا نظام قانون جسے فقہ اسلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے ایک متحرک نظام ہے جو ہر زمانہ میں مختلف النوع مسا[ئل] کا حل فراہم کرتا رہا ہے یہ کوئی ساکن و منجمد نظام قانون نہیں جو ایک بار مرتب ہو جانے کے بعد حالات کی تبدیلی اور نئے مسائل کے وقوع کی صورت میں توسیع و ترقی اور [وق]ت کے تقاضے کے مطابق نئی تشریح و ترجمانی کی گنجائش نہ رکھتا ہو۔ آج بھی فقہ [اس]لامی کی اس روح کو تازگی بخشنے اور عصری مسائل کے حل میں اجتہادی فکر کو احیا کر[نے] کی اشد ضرورت ہے جس کا احساس ہر صاحب بصیرت و ذی فہم کو ہے۔ خدا کرے [کہ] یہ احساس عملی اقدام کا قالب اختیار کر لے۔

(مراجع)

ابن قیم، اعلام الموقعین، مطبعہ منیریہ، مصر، ۴/۲۲۵

[مجم]وعۃ فتاویٰ ابن تیمیہ، کردستان، مصر، ۱۳۲۶ھ، ۲/۳۸۴، اعلام الموقعین ۳/۲۰۴

مجموعۃ فتاویٰ ابن تیمیہ، ۲/۱۹۹۔

(مراجع)

۴ھ مجموعۃ فتاویٰ بن تیمیہ، ۲/۳۸۴

۵ھ مجموعۃ فتاویٰ بن تیمیہ، ۲/۱۹۹

۶ھ مجموعۃ فتاویٰ بن تیمیہ، ۲/۳۸۴

۷ھ ابن تیمیہ، رفع الملام عن الائمۃ الاعلام، مکتبۃ القاہرہ (بدون تاریخ) ص ۴-۵

۸ھ مجموعہ فتاویٰ بن تیمیہ، ۲/۳۷۸

۹ھ مجموعہ فتاویٰ بن تیمیہ، ۲/۳۷۶-۳۷۷

۱۰ھ مجموعہ فتاویٰ بن تیمیہ، ۲/۲۰۰-۲۰۲

۱۱ھ فقہی جملوں کے موضوع پر تفصیلی بحث کے لیے ابن تیمیہ کے مذکورہ رسالہ کے علاوہ ملاحظہ کریں اعلام الموقعین، ۳/۳۹۳-۳۹۵، تذکرہ ابوالکلام آزاد، نئی دہلی، ۱۹۶۸ء ص ۸۵-۱۰۲

۱۲ھ اس مسئلہ پر تفصیل کے لیے دیکھیے محمد ابو زہرہ، ابن تیمیہ - حیاتہ، عصرہ و آراءہ، اردو ترجمہ حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ از رئیس احمد جعفری مکتبہ سلفیہ لاہور، ۱۹۷۱ء ص ۵۳۹-۵۵۵، ۶۵۰-۶۶۶-